مولانا قاضی عبد الکریم صاحب امیر جمعیۃ العلماء اسلام
ڈیرہ اسماعیل خان
مہتمم مدرسہ نجم المدارس کلاچی

کیا عائلی قوانین قرآن و سنّت کے مطابق ہیں؟

محترم وزیر قانون کے نام کھلا خط!

اس حقیقت سے انکار کی کوئی بھی گنجائش باقی نہیں رہی ہے کہ شرمناک شکست کے بعد عوام کے دینی جذبات کا خیال رکھنا کسی بھی کامیاب حکومت کے لئے بے حد ضروری ہے۔ مشرق پشاور مورخہ ۱۲ کے مطابق آپ نے ڈیرہ بار ایسوسی ایشن سے خطاب کرتے ہوئے۔ غالباً اس احساس کے پیش نظر یہ فرمایا ہے کہ پیپلز پارٹی قرآن و سنت کے منافی کوئی قانون نہیں بنائے گی۔ اخبارات کے مطابق سندھ بلوچستان ہائیکورٹ بار ایسوسی ایشن میں بھی آپ نے اسی قسم کا اعلان کیا ہے۔ لیکن ڈیرہ بار ایسوسی ایشن میں اسی اعلان کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ دیا ہے کہ عائلی قوانین میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی جائے گی۔ ع

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

ایک سانس میں یہ دو اعلان کہ قرآن و سنت کے منافی کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا، اور عائلی قوانین میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی جائے گی، قول و عمل میں یا دو باتوں میں تضاد کا عجیب سا شاہکار معلوم ہوتا ہے۔ یہ باور نہیں کیا جا سکتا کہ آپ جیسی باخبر عوامی شخصیت کو مردود زمانہ عائلی قوانین سے متعلق عوام کے دینی جذبات کا علم نہ ہو۔ سابق صدر ایوب کی جابرانہ مارشل لاء کی موجودگی میں عوام نے ان قوانین سے جسطرح کھلی نفرت کا اظہار کیا۔ اور ان رسوائے زمانہ قوانین کا جس طرح عملی بائیکاٹ کیا۔ شاید ہی وہ کسی سے پوشیدہ ہو۔ یہ قرآن و سنت سے ان قوانین کا کھلے طور پر منافی ہونا نہ صرف یہ کہ مجمل طور پر بیان کیا گیا ہے۔ بلکہ ان کے ایک ایک دفعہ کو قرآن و سنت اور مذاہب اربعہ کے منافی ہونے پر مفصل بحث ہوئی پمفلٹوں اور رسالوں کی شکل میں انہیں شائع کیا گیا۔ اخبارات میں اور دینی ماہناموں میں اسے چھپایا گیا قومی اسمبلی میں مفتی محمود صاحب نے ستر منٹ تک اس پر بحث کی جسے سپیکر نے فاضلانہ تقریر قرار دیا۔ اور

نتیجۃً پوری اسمبلی نے اس کے خلاف اسلام ہونے کو مان لیا۔ بین الاسلامی کانفرنس میں اس پر بحث ہوئی اور مخالفین کو دلائل کے لحاظ سے خاموش ہونا پڑا۔ اس کے باوجود کتنی تعجب کی بات ہے کہ اس دعوی کے ساتھ ساتھ کہ قرآن وسنت کے منافی کوئی قانون نہیں بنایا جائیگا۔ کھلے خط پر یہ بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ عائلی قوانین میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی جائے گی۔

عائلی قوانین کے خلاف عوامی جذبات کا سرسری جائزہ

۱۔ ان قوانین کی ایک ہی دفعہ صغیر السن بچوں اور بچیوں کی شادی (ساردا ایکٹ) کا جو حشر انگریز کے زمانہ میں ہوا۔ اور دنیائے اسلام کے مایۂ ناز وسیع النظر شخصیتوں امیر الہند والحجاز شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ مفتی اعظم حضرت مولانا محمد کفایت اللہ صاحب دہلویؒ امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ وغیرہم نے ان قوانین کو جو بھرپور مخالفت کی وہ ہندو پاک کے کسی مسلمان سے پوشیدہ نہیں ہے۔

۲۔ ۱۹۵۶ء میں ایک کمیشن نے جب انہیں قوانین کا مسودہ پیش کیا تو کون نہیں جانتا کہ عوامی زبردست احتجاج سے خائف ہو کر حکومت نے اسے سرد خانہ میں ڈال دیا۔

۳۔ صدر ایوب کی جابرانہ مارشل لاء کے باوجود ۲۵ ۱/۴ کو شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ ہزاروں علماء کی سرکردگی کرتے ہوئے لاہور میں جلسۂ عام کے دوران اعلان فرماتے ہیں: "او ایوب خان سن لو اگر تم ان غیر اسلامی عائلی قوانین اور خاندانی منصوبہ بندی کو منسوخ نہیں کروگے تو پوری قوم انہیں ٹھکرا دے گی۔"

۴۔ علماء اسلام نے مسلک ومشرب سیاست حتیٰ کہ مذہب میں مختلف ہونے کے باوجود سب نے بالاتفاق انہیں مردود قرار دیا۔

۵۔ سینکڑوں بی ڈی ممبروں کے ایک عظیم کونشن منعقدہ لاہور میں اس کے خلاف سخت احتجاج ہوا۔ اخبارات کے مطابق اس احتجاج میں سخت اشتعال تھا۔

۶۔ قومی اسمبلی کے تمام ارکین بشمول حزب اقتدار نے مولانا مفتی محمود صاحب کی فاضلانہ تقریر کے بعد ان قوانین کے خلاف اسلام ہونے کو مان لیا۔ اور اس میں علماء کے مشورے ہی ترمیمات کا بل پیش کیا۔ اگرچہ حکومتوں کے روایتی دوغلا پن کی وجہ سے آخر تک اس عہد کو پورا نہیں کیا گیا۔ (ملاحظہ ہو قومی اسمبلی منعقدہ راولپنڈی کے اجلاس کی کارروائی۔)

۷۔ مغربی پاکستان کے تمام اراکین نے مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی کی تحریک پر ان قوانین کو ختم کرنے کی متفقہ پر زور سفارش کی۔ (ملاحظہ ہو صوبائی اسمبلی ۳ر جولائی ۱۹۶۳ء کی کارروائی)

۸۔ سرحد سے جماعت ناجیہ نے سینکڑوں بی ڈی ممبروں اور لاکھوں مسلمانوں کے دستخطوں سے اس کے خلاف محضر نامہ تیار کر کے صدر کو بھیجا۔

۹۔ دینی ماہناموں اور ہفت روزوں نے اس کے خلاف پر زور اداریئے لکھے۔

۱۰۔ سرحد اور بلوچستان میں خصوصیت سے ان قوانین کا عملی بائیکاٹ کیا گیا۔ آج بھی اگر صحیح طریقہ سے تحقیق کرائی جائے تو معلوم ہوگا کہ کئی یونین کونسلوں نے اس کا بائیکاٹ کر دیا تھا۔ نکاح رجسٹراروں کے رجسٹر خالی نظر آئیں گے۔ بہت سی ایجنسیوں کو اس سے مستثنیٰ کرنا پڑا۔ بعض شہری علاقوں کے علاوہ (جہاں کرایہ دار نکاح خوان مل جاتے ہیں یا فرضی طور پہ فارم پر کر لئے جاتے ہیں۔) عوام نے قطعاً اس کا بائیکاٹ کیا۔ حتیٰ کہ بعض مقامات پر لوگوں نے ایسے رشتہ داروں کے نکاحوں میں شرکت کرنا بھی چھوڑ دیا جس میں نکاح فارم پر کئے جاتے ہیں۔ اس کے لئے تحریری معاہدے کئے اور شائع کر دیئے گئے۔ ابتداء میں جب صدر ایوب کی جابرانہ مارشل لاء میں حکام نے سختی سے کام لیا تو علماء اور عوام نے ان خلاف اسلام قوانین پر عمل کرنے کی بجائے جیل میں جانے مقدمات میں پھنس جانے جرمانے ادا کرنے کو ترجیح دی مگر احکام اسلام سے بغاوت نہیں کی۔ (ملاحظہ ہو ڈیرہ اسماعیل خان اور پشاور کی عدالتی کارروائیاں از ۱۹۶۱ء تا ۱۹۶۲ء)

یہاں پر یہ بات خاص طور پر نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ ۱۹۵۶ء سے ۱۹۷۰ء تک ان قوانین کے خلاف مسلسل اور مفصل لکھا جاتا رہا۔ مگر کسی معتمد آزاد عالم دین یا کسی آزاد دینی ادارہ سے اس کی کوئی مخالفت نہیں ہوئی۔ کوئی آواز اٹھی بھی تو صرف سرکاری ادارہ سے اور صدر کی مشاورتی کونسل کے بعض ان افراد کی جانب سے جن کا سلسلہ سند عموماً مستشرقین یا مغرب زدہ حضرات سے جا ملتا ہے اور بس۔

بہر حال عائلی قوانین کے خلاف عوام کے دینی جذبات کا یہ سرسری اور نامکمل جائزہ ہے نہ معلوم عوامی حکومت کے دعویدار حضرات عوام کے ان ٹھکرائے ہوئے قوانین کے تحفظ کا آخر کس طرح ارادہ کر رہے ہیں۔ جو قوانین عوام کے نمائندوں کے سامنے تک نہ آسکے اور مارشل لاء کے ڈنڈا سے نافذ کئے گئے۔ عوامی حکومت کو کسی طرح بھی زیبا نہیں کہ ان کے نام سے بھی اپنی زبان کو گندہ کریں۔

قرآن وسنت سے ان قوانین کا کھلا تصادم

اسی بیان میں آنجناب نے اس نیک عزم کا اظہار کیا ہے کہ پیپلز پارٹی قرآن وسنت کے منافی کوئی قانون نہیں بنائی گئی۔ اسے عوام کے دینی جذبات کا احترام کہئے یا اپنے ہی اسلام کا تقاضا بہرصورت ارادہ نیک ہے اس کے ساتھ لازماً آپ کا اور آپ کی پارٹی کا یہی ارادہ ہوگا کہ سابقہ قوانین بھی جو قرآن وسنت کے منافی ہیں ان کو بدل دیا جائے گا۔ کیونکہ جن عوام کا یا جس مسلمان کے اسلام کا تقاضا یہی ہے کہ قرآن وسنت کے منافی کوئی قانون نہ بنایا جائے انہیں عوام اور ان کے اسلام کا یہ بھی شدید تقاضا ہے۔ کہ قرآن وسنت کے منافی موجودہ قوانین کو بھی جلد از جلد ختم کر دیا جائے۔ گذشتہ جائزہ میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ملک کے ہر طبقہ اور ہر مسلک کے قرآن وسنت کو سمجھنے والے افراد نے ان قوانین کو قرآن وسنت کے منافی ہی سمجھا ہے۔ اس لئے اس پر اب مزید کچھ عرض کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی ——— ۔

تاہم آپ کے بیان سے چونکہ اس فتنہ کو از سرنو تحفظ مل جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ اس لئے بطور نمونہ صرف آپ کے استحضار کے لئے ان قوانین کے دو تین دفعات کا قرآن وسنت سے کھلا تصادم بیان کر دینا بے محل نہیں ہوگا۔ اس پر باقی دفعات کو قیاس کیا جائے۔ چنانچہ عرض ہے کہ :

۱۔ عائلی قوانین میں مطلقہ کی عدت نوّے دن مقرر کی گئی ہے۔ جبکہ قرآن کریم کی صریح نص میں ثلثۃ قروء (یعنی تین دفعہ ایامِ ماہواری) کا لفظ موجود ہے۔ ثلثۃ قروء کے معنی نوّے دن یا تین ماہ کسی لغت میں نہیں سے گئے۔ اور اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں بھی کسی مسلمان نے یہ معنیٰ نہیں کئے۔ یہ جرأت صرف عائلی قوانین کے مصنفین کو ہوئی ——— اور اس کے باعث جو خرابیاں پیش ہوں گی وہ معمولی نہیں بلکہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دینا پڑے گا۔ مثلاً جس عورت کو طلاق کے بعد تین دفعہ ماہواری تو نہیں آئی، مگر نوّے دن اسکی طلاق کو گزر گئے ہیں۔ اب قرآن کریم کی رو سے اس کا دوسری جگہ نکاح کرنا حرام ہوگا اور اگر کریگی تو منعقد نہیں ہوگا اور اس نئے خاوند سے اس کا نفع اٹھانا زنا ہوگا۔ لیکن عائلی قوانین کی رو سے یہ سب کچھ جائز اور حلال ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس اس کے برعکس بھی کئی صورتیں نکلیں گی۔ ظاہر ہے کہ یہ قرآن پاک کا کھلا مقابلہ ہے۔ جس کی عائلی قوانین کے مصنفین کے سوا کوئی مسلمان بھی جرأت نہیں کر سکتا۔

ایک دوسری دفعہ : نابالغہ کا نکاح عائلی قوانین میں جرم ہے۔ نکاح کو ثابت نہیں سمجھا جائیگا۔ جبکہ قرآن کریم کی صریح نص والائی لم یحضن میں بتلایا گیا ہے کہ جس عورت کو ابھی تک ماہواری نہیں

آئی اسکی عدت تین ماہ ہے۔ ظاہر ہے کہ عدت طلاق کے بعد شروع ہوتی ہے۔ اور طلاق فرع ہے نکاح کی اب اگر صغیرہ کا نکاح ہی نہیں ہوتا تو اس پر طلاق کیسی۔ ؟ اور جب اس پر طلاق واقع نہیں ہوئی تو اسکی عدت کیسی ــــــ۔

علاوہ ازیں صحاح ستہ میں حدیث پاک کی پانچ معتبر کتابوں نے صدیقہ عائشہ رض کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صغر سنی میں نکاح کی تصریح موجود ہے۔ اگر حدیث کی ان معتمد ترین کتابوں میں سے پانچ کتابوں کی روایت غیر معتبر ہو جاتی ہے تو پھر کتب اسلام کی وقعت ہی کیا باقی رہ جاتی ہے۔ اور اس طرح تو پھر سارا دین ہی ناقابل اعتبار ہو جاتا ہے۔ والعیاذ باللہ۔

دراصل کم سن بچوں کے نکاح کے خلاف دشمنان اسلام نے اس لئے غوغا آرائی کرنے پر زور دیا ہے کہ کسی نہ کسی طرح خود مسلمانوں کے ہی قلم اور زبان سے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل کو معاذ اللہ بالواسطہ سہی نامناسب اور ناجائز کہلوایا جائے۔ اور افسوس صد افسوس کہ عیار دشمن اس میں کامیاب ہوگیا۔ مسلمان نے اسطرح کے نکاح کو قابل جرم کہا اور یہ نہ سوچا کہ اس کی زد کہاں جا پڑی ــــ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۴۔ ایک اور دفعہ : قرآن وسنت نے نکاح منعقد ہونے کے لئے دو مسلمان گواہوں کے سامنے زوجین کے ایجاب وقبول کو کافی ٹھہرایا ہے۔ جس پر امت کے ہر طبقہ کا اجماع موجود ہے۔ مگر عائلی قوانین نے اس میں ایک اور شرط بڑھا کر الزائد علی کتاب اللہ۔ پر وارد شدہ لعنت کا اپنے آپ کو مستحق ٹھہرایا ہے یعنی یہ کہ جب تک اس کا رجسٹریشن نہیں کیا جاوے گا۔ نکاح ثابت نہیں ہوگا۔ زوجین کے ایجاب وقبول پر دو عادل گواہ موجود ہیں۔ مگر نکاح کو اس لئے ثابت نہیں سمجھا جاتا کہ اس کا رجسٹریشن نہیں کیا گیا۔ زید کی عورت کو جس کا نکاح دو عادل گواہوں سے ثابت ہے عائلی قوانین نے عمرو کے ساتھ اس لئے نکاح کرنے کی اجازت دے دی ہے کہ وہ نکاح رجسٹرار کے ہاں درج نہیں ہے شریعت محمدیہ علی صاحب الصلوٰۃ والتحیہ کے حکم میں ایسی عورت کے ساتھ عمرو کا نکاح قطعاً حرام اور عمرو کی ایسی عورت کے ساتھ قربت یقینی زنا متصور ہوگی مگر عائلی قوانین نے اس حرام زنا کو حلال قرار دیدیا۔ ــــ اور طرفہ تماشا یہ کہ قرآن وسنت کے منافی کوئی قانون نہیں بنایا جاوے گا، کا اعلان کرنے والے اس قانون کو تحفظ بھی دے رہے ہیں، فیا للعجب۔ اس طرح تعدد ازدواج پوتے کی میراث وغیرہ دفعات کا حال ہے۔ فرض کریں ایوب خان کیطرح نشۂ اقتدار میں کسی کو اس پر اصرار ہے کہ قرآن وسنت کے یہ قوانین منافی نہیں ہیں۔ اور قرآن وسنت کے یہ معنی نہیں ہیں جو علماء اسلام سمجھ رہے ہیں۔ اور ہم ہمہ بے خبری از اسلام

کے باوجود چونکہ تعلیم یافتہ میں علماء اسلام کے مقابلہ میں قرآن وسنت کو زیادہ سمجھتے ہیں تو بھی اتنی بات تو واضح ہے کہ ملک میں رہنے والے اہل سنت والجماعت کے تمام طبقے دیوبندی بریلوی اہل حدیث نیز اہل تشیع ان قوانین کو اپنے اپنے مذہب کے خلاف سمجھ رہے ہیں۔ جیسا کہ حوالہ جات بالا سے ثابت ہو رہا ہے تو جسطرح ان قوانین سے ہندو، سکھ، عیسائیوں اور پارسیوں کو ان کے مذہبی عائلی قوانین کے احترام میں مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ چاہیے ان قوانین کے مصنفین کے نزدیک ان کے عورتوں پر ظلم بھی ہو رہا ہے تو اہل سنت کے تمام طبقات اور اہل تشیع کو بھی ان قوانین سے مستثنیٰ کر دیا جائے کیا ہندو، سکھ، عیسائی، پارسی وغیرہ مذاہب کا احترام تو ضروری ہے۔ لیکن پاکستان میں کروڑوں اہل سنت اور اہل تشیع کے مذہب کا احترام ضروری نہیں ہے۔

آپ کہیں گے کہ اگر ان سب کو بھی مستثنیٰ کر دیا جائے تو پھر یہ قوانین چلائے کس پر جاویں گے تو اصولی جواب تو یہی ہے۔ کہ آخر شعر گفتن چہ ضرورت۔ اگر پاکستان میں رہنے والا کوئی مذہب اس کو قبول نہیں کرتا تو جلادیں ان کو آگ کی بھٹی میں دے ماریں۔ صدر ایوب کے منہ پر لیکن اگر یہاں کی ہر حکومت ان کو باقی رکھنے اور نافذ کرنے کی قسم ہی کھا بیٹھی ہے تو پھر جب تک پاکستان میں ارتداد کی کھلی چھٹی ہے ایک سول میرج ایکٹ قسم کا قانون رکھیئے کہ پاکستان کا جو باشندہ حنفی اہل حدیث دیوبندی بریلوی مودودیئے اور اہل تشیع ہونے سے بیزاری کا فارم بھرے گا۔ یہ قوانین اس پر جالو ہوں گے۔ اس طرح حکومت کی قسم بھی پوری ہو جائے گی۔ اور پابند مذہب لوگوں کا اشتعال بھی ختم ہو جاوے گا۔

دیانتداری اور خدمت ہمارا شعار ہے

ہم اپنے ہزاروں کرم فرماؤں کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے

پستول مارکہ آٹا

پسند فرما کر ہماری حوصلہ افزائی کی ہے۔

ہمیشہ پستول مارکہ آٹا استعمال کیجئے جسے آپ بہتر پائیں گے۔

★

نوشہرہ فلور ملز جی، ٹی روڈ۔ نوشہرہ۔ فون ۱۲۶